روحِ تحقیق، جلد۲، شمارہ۴، مسلسل شمارہ:۶، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۲۴ء

اسلم انصاری بہ طور ترجمہ نگار

ASLAM ANSARI AS A TRASLATOR

ڈاکٹر دبیر عباس

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج میانی، سرگودھا

Abstract:

Dr. Aslam Ansari is a prominent contemporary Urdu poet. He has not only shown creative excellence in Urdu but has also written excellent poetry in Persian, English and Saraiki. His second recognition as a critic, especially as an expert on Iqbal, is that he has managed to create a credible name among Iqbal's critics by writing five valuable works on the subject of Iqbal. But he did not limit himself to these two angles. There is great diversity in Aslam Ansari's fields of study. Let's say that these dimensions are far-reaching and their understanding is very deep. This is the reason why he did not limit himself to the above-mentioned two aspects, but also tried seriously to other academic and literary aspects and appeared in front of us in different positions. In such positions, one of his reliable positions is that of translation. In this article, the same poision has been critically discussed.

Keywords:

ترجمہ نگاری، شاعری، مثنوی، ادیب، اقبال شناس، خواجہ غلام فرید، اسلم انصاری، اردو، فارسی، انگریزی، سرائیکی۔

ادیب یا شاعر کی کوئی تخلیق اُس کی شخصیت کا محض ایک عکس ہوتی ہے، مکمل نقش نہیں۔ شخصیت لمحہ بہ لمحہ تکمیل کی جانب قدم بڑھاتی رہتی ہے اور یوں تخلیقات اُس بڑھتے قدم کی مختلف تصویریں ہوتی ہیں۔ اس لیے بنیادی اور اہم شے شخصیت ہے نہ کہ تخلیق۔ شخصیت ایک کتاب ہے اور تخلیقات اس کے مختلف اقتباسات۔ تخلیقات تو سنگِ میل ہیں کہ شخصیت بتدریج کتنا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچی ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر شخصیت کا اظہار ادب میں ممکن نہیں۔ یعنی تخلیقات شخصیت کی ترسیل کا ایک ذریعہ ہیں۔ کوئی بھی تخلیق شخصیت کے کسی ایک زاویہ کا عکس ہو سکتی ہے۔ کسی ایک تخلیق کو خواہ وہ کتنی ہی کامیاب کیوں نہ دکھائی دے، شخصیت کا مکمل نقش کہہ دینا درست نہیں۔

شخصیت اپنی تعمیر کے ہر مرحلے میں کوئی نہ کوئی پہلو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ اس کے ہر موڑ پر عموماً کوئی تخلیق سامنے آتی ہے، جس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ فن کار اپنی شخصیت کے اظہار کے مرحلوں میں کس کشمکش سے دوچار رہا ہے۔ یہ کروٹیں کبھی متضاد پہلو کے ابھرنے کے نقوش فراہم کرتی ہے، کبھی ترقی پذیر گوشوں کے اور کبھی نقطہ نظر کی تعمیر میں مختلف میلانات کا اظہار بن جاتی ہے۔ اب یہ فنکار کی بہ تدریج رسائی اور بالیدگی پر منحصر ہے کہ وہ اپنی شخصیت کے مکمل اظہار پر کس طرح قابو پاتا ہے۔

شخصیت جتنی فعال، دور رس اور قیود سے آزاد ہوتی ہے، اس کی گرفت فکری جہات کے گرد اتنی ہی مضبوط ہوتی ہے اور اس وقت تک اس پر گرد نہیں پڑتی جب تک کوئی دوسری شخصیت اس سے زیادہ وسیع احاطہ پر اپنی گرفت کا اظہار نہیں کرتی۔ جب ہم اسلم انصاری کی تخلیقی شخصیت کی بات کرتے ہیں تو اُن کی گرفت انتہائی مضبوط نظر آتی ہے۔ اُن کی

اوّلین شناخت ایک شاعر کی حیثیت سے ہے کہ انھوں نے صرف اُردو ہی نہیں بلکہ فارسی، انگریزی اور سرائیکی زبان میں شاعری کر کے اپنے کہنہ مشق ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ اُن کی دوسری پہچان بحیثیت نقاد بالخصوص اقبال شناس کی ہے کہ وہ اقبالیات کے موضوع پر پانچ گراں قدر تصانیف لکھ کر اقبال کے ناقدین میں ایک معتبر نام بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں، لیکن انھوں نے خود کو ان دو زاویوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ دیگر علمی و ادبی جہات کی طرف بھی سنجیدگی کے ساتھ طبع آزمائی کی اور مختلف حیثیتوں سے ہمارے سامنے جلوہ گر ہوئے۔ ایسی جہات میں ان کی ایک معتبر جہت ترجمہ نگاری کی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلم انصاری کے ساتھ حلقۂ ادب کا پہلا تعارف بحیثیت ترجمہ نگار کے ہوتا ہے جب وہ بزمِ ثقافت، ملتان کی تحریک پر پروفیسر جیلانی کامران کے ساتھ مل کر خواجہ غلام فرید کی کافیوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں۔

خواجہ غلام فرید سرائیکی زبان کے بے مثال اور عہد ساز شاعر ہیں۔ اُنھوں نے اپنی شاعری میں تہذیبی تناظر کو مد نظر رکھتے ہوئے معرفتِ حقیقی کے مضامین بہت ہی متاثر کن اور دل نشیں انداز میں پیش کیے۔ اُن کی شاعری سرائیکی وسیب کو ہی نہیں بل کہ پورے انسانی معاشرے کو تہذیبی، سماجی اور سیاسی سطح پر فکری اور تخلیقی راہ نمائی بخشنے والی شاعری ہے۔ ویسے تو خواجہ فرید کا کُل کلام سرائیکی شعر و ادب کا عظیم اثاثہ ہے، لیکن اُن کی کافیاں شعر و ادب کے لحاظ سے سرائیکی زبان کی آبرو ہیں۔ وہ حقیقی معنوں میں سرائیکی زبان کے شاہ عبد الطیف، سچل سرمست، خوشحال خاں اور شاہ حسین ہیں اور اُن کی کافیاں سرائیکی ورثے کا انمول خزانہ ہیں۔

معاون مترجم جیلانی کامران (۲۴ اگست ۱۹۲۶ء۔ ۲۲ فروری ۲۰۰۳ء) اردو کے معروف شاعر اور نقاد جب کہ انگریزی کے جیّد معلّم تھے۔ وہ ایف سی کالج، لاہور میں انگریزی کے شعبہ سے وابستہ رہے اور ۱۹۸۶ء میں بہ طور صدرِ شعبہ ریٹائرڈ ہوئے۔ لسانی تشکیلات کی تحریک کی سربر آوردہ شخصیات میں سے ایک تھے۔ پہلے پہل ترقی پسند تحریک سے وابستہ رہے، بعد میں حلقۂ اربابِ ذوق میں شامل ہو گئے۔ وہ بنیادی طور پر جدید نظم نگار تھے۔ ان کی منظومات کے دو شعری مجموعے "استانزے" اور "نقشِ کفِ پا" شائع ہوئے۔ اپنے دوسرے ہم نواؤں کی طرح جیلانی کامران نے بھی اردو شاعری کے روایتی اور کلاسیکی رویّوں سے ہٹ کر جدیدیت کا راستہ اپنایا۔

ڈاکٹر اسلم انصاری نے پروفیسر جیلانی کامران کے ساتھ مل کر خواجہ غلام فرید کی کافیوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ ایک سو چار صفحات کی اس کتاب کا نام Kafees رکھا گیا اور بزمِ ثقافت، ملتان جون ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ یہ اسلم انصاری کی اوّلین مطبوعہ کتاب ہے۔ کتاب کے آغاز میں "Introduction" کے عنوان سے اسلم انصاری کا ایک مضمون ہے، جس میں انھوں نے خواجہ غلام فرید کی زندگی اور شاعری پر سیر حاصل بات کی گئی ہے۔ اس کتاب میں منتخب ساٹھ کافیوں کا انگریزی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ترجمے کے ساتھ اصل متن نہیں دیا گیا۔ لہٰذا اس مضمون میں اصل متن کے لیے خواجہ طاہر محمود گوریجہ کے مرتب کردہ "دیوانِ فریدؒ" کو سامنے رکھا گیا ہے۔ خواجہ فریدؒ کی مشہور کافی "پیلوں پکیاں نی وے" کے اقتباس اور اس کے انگریزی ترجمے کو ہم نمونے کے طور پر دیکھتے ہیں۔ خواجہ طاہر محمود گوریجہ کے مرتبہ دیوانِ فرید علیہ الرحمۃ میں اس کافی کا نمبر شمار ۱۶۶ درج ہے۔

آ! چنوں رل یار

پیلوں پکیاں نی وے

کئی بگڑیاں، کئی ساویاں پیلیاں کئی بھوریاں، کئی پھکڑیاں، نیلیاں

کئی اودیاں گلنار

کٹویاں رتیاں نی وے

بار تھئی اے رشک ارم دی سُک سڑ گئی جڑھ ڈکھ تے غم دی

ہر جا باغ بہار

ساکھاں چھکیاں نی وے(۱)

O come my
friend for peeloos are ripe
Some are white, some green, some yellow,
Some brown, some grey, some sligritly bluish,
Some other are violet and red like roses.
Nature seems to rejoice
In her own expression!
By virtue of these peeloos
This only fruit of the Sands,
The desert is no less graceful,
Than a rose garden in heaven (2)

خواجہ فریدؒ کی ساٹھ کافیوں کا انگریزی ترجمہ مترجمین نے اپنی تخلیقی افتادِ طبع کے مطابق کیا ہے۔ انھوں نے بھر پور کوشش کی کہ اُن کا ترجمہ اصل متن کے قریب رہے۔ ایسے ترجمے کو تشریح نظمیہ (Poetic Interpretaion) کے ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ بہر طور مترجمین نے اصل متن کے مفہوم کا مرحلہ بخوبی طے کیا اور وہ خواجہ فریدؒ کی فکر کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

سرائیکی شاعری کے علاوہ سرائیکی نثر کے انگریزی ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ کیجیے۔ یہ ترجمہ اُن کے اپنے ناول بیڑی وچ دریا کے ایک پیراگراف کا ہے۔ اسلم انصاری کا یہ ناول ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔ اس کے شائع ہونے کے کچھ عرصہ بعد پروفیسر عطاالله اعوان نے اسے اُردو میں منتقل کیا۔ اردو ترجمہ سپوتنک ڈائجسٹ، لاہور میں شائع ہوا۔

It was a stormy night of the year 1844. The overcastting of dark clouds had been preceded by a violent dust-storm which by now had mingled with the constant drizzling and had created a mist that hindered visibility. Treading along the muddy dirt road leading in zigzag way through the thick jungle of willows and shrubberies, to the ford where the boats were moored and the river was crossed

I was passing through the scantily inhabited village of traditional boat-man, some of whom were fishermen also. Now it was raining heavily. The light flashed and thundered continually. I had to reach the moor and to go beyond the river in any case, though the prospect of this venture seemed rather bleak. I had not encountered a single soul on my way to the moor. The night had become totally dark and it was through lightering that anything could be discerned. The light flashed and thunder crashed intermittently. The roar in the sky was deafening.

سرائیکی زبان کو انگریزی میں منتقل کرنے کے علاوہ اسلم انصاری نے اپنی بہت سی نمائندہ اردو منظومات کو بھی انگریزی میں ڈھالا ہے۔"مرے عزیزو تمام دُکھ ہے" اُن کی غالباً سب سے معروف نظم ہے۔اس نظم کے اقتباسات اور اُن کا انگریزی رُوپ ملاحظہ کیجیے:

جُدائی تو خیر آپ دُکھ ہے، ملاپ دُکھ ہے
کہ ملنے والے جدائی کی رات میں ملے ہیں، یہ رات دُکھ ہے

Separation is pain and sorrow, this obviously all maintain;
But look at the Unison; the Unison is also nothing but pain,
For those who meet, can do so only in the night of disunity
That is a source of pain and sorrow; it is a pity

سکوت دُکھ ہے، کہ اس کے کربِ عظیم کو کون سہہ سکا ہے
کلام دُکھ ہے، کہ کون دنیا میں کہہ سکا ہے جو ماورائے کلام دُکھ ہے
یہ ہونا دُکھ ہے، نہ ہونا دُکھ ہے، ثبات دُکھ ہے، دوام دُکھ ہے
مرے عزیزو، تمام دُکھ ہے!

Silence is pain, for who can bear it's inconceivable agony,
Speech is also pain, for who has ever been able to exactly
Express the grief that is beyond the power of speech?
Listen once again all whom in compassion I do teach:
All is pain and suffering and sorrow.
So it was yesterday, so it is today and so shall it be tomorrow!

فارسی شعری مجموعے نگارِ خاطر کے چند حصے بھی انھوں نے انگریزی میں منتقل کیے۔اس مثنوی کے آخر میں اسلم انصاری نے *Prefatory* کے عنوان سے مثنوی کا جامع انداز میں تعارف بھی کروایا ہے۔اس مثنوی کا اہم حصہ، اس کا دوسرا باب ہے کہ جس میں علامہ اقبال کے تصورِ خودی کی ایک منفرد زاویے سے تشریح و توضیح کی گئی ہے۔اس حصے میں شامل ایک نظم کہ جس میں علامہ اقبال کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے، کا ایک اقتباس اس نگریز ترجمے کے ساتھ ملاحظہ ہو:

تیمّن را بذوق و حال گویم   سخن از حضرتِ اقبال گویم
بیاد آرام سخن پردازِ نامی   که ذکرش راهمی دارم گرامی
چه گویم از سرودِ آن سبک چنگ   که از یک رنگ پیدا کرد صد رنگ
ز چندین قرن تا دورِ معاصر   کسی چون او نه پیدا گشت شاعر
بهارش حاصلِ صد نرگستان   بصهبایش خروشِ صد خمستان
زخونِ دل گل و گلشن رقم کرد   سرود و شعر و خمت را بهم کرد(۳)

It is felicitous, as it is ecstatic for me,
To talk of Allama Iqbal with love and deepest regards
I talk of the poet, who is known far and wide,
The song of the master player is beyond my appreciation,
He crated a hundred hues out a single shade.
Since a few hundred years until our times,
No poet of his caliber was born.
The spring he brought was the outcome of
A hundred narcissus gardens,
His wine was brewed in a hundred jars of clay.

He created rose gardens out of his blood,
And made song, roses, and wisdom, one and same thing. (4)

ڈاکٹر انوار احمد کا خیال ہے کہ اسلم انصاری اس لیے انگریزی میں تراجم اور اس زبان میں اظہار کرتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ نوبل پرائز، بُکر ایوارڈ یا کسی بھی بڑے عالمی ایوارڈ پر غور کرنے والی منصفین تک میرا نام بھی کسی صورت پہنچنا چاہیے اور ایسا انگریزی زبان ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ وہ اسلم انصاری کی اس جہت کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ماجرا یہ ہے کہ فیض احمد فیض کو لینن انعام ملا تھا اس لیے نوبل ادبی انعام ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، مگر اُن کے احباب اور ایک طاقور لابی اُن کی تخلیقات کا انگریزی میں ترجمہ کرتی رہی۔ احمد ندیم قاسمی کے لیے پروفیسر سجاد شیخ اور محمد عمر میمن کے تراجم موجود ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے حلقۂ احباب نے بھی کوشش کی۔ آج کشور ناہید، افتخار عارف، امجد اسلام امجد اور بعض دیگ اہلِ قلم کے مداح یہ کام کر رہے ہین تو پھر اسلم انصاری ایسے کسی بھی پڑھے لکھے مداح یا مؤثر لابی سے محروم رہ کر اپنی تخلیقات کا خود ترجمہ کیوں نہ کریں۔(۵)

اسلم انصاری کی انگریزی زبان پر گرفت قابلِ رشک ہے۔ کسی شاعر کے خیالات کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کے لیے دونوں زبانوں پر یکساں دست رس کا ہونا ضروری ہے۔ اسلم انصاری کی سرائیکی پر گرفت تو سمجھ میں آتی ہے کہ یہ اُن کی مادری زبان ہے لیکن انگریزی پر اُن کی دسترس اُن کی فکری تربیت اور نشو و نما کا ثبوت ہے۔ اسلم انصاری نے ترجمے کے ذریعے اپنے تہذیبی اور علمی اثاثے کو عالمی سطح پر متعارف کروانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

دیوان کامل اسلم انصاری کا فارسی دیوان ہے۔ اس کے دوسرے حصے میں بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز میں شامل اقبال کے کلام کا منتخب حصہ فارسی میں منتقل کیا گیا ہے۔ اس منتقلی میں جہاں فکر کو متاثر ہونے سے بچایا گیا ہے وہاں بحور و اوزان کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ نمونے کے طور پر بالِ جبریل کی نظم "ساقی نامہ" کے چند اشعار اور اُن کا فارسی ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

پرانی سیاست گری خوار ہے
زمیں میر و سلطاں سے بیزار ہے
گیا دورِ سرمایہ داری گیا
تماشا دکھا کر مداری گیا
گراں خواب چینی سنبھلنے لگے
ہمالہ کے چشمے ابلنے لگے

~~~~~~~~~~~~~~~~

سیاست گری ای کهن خوراشد
زمیں از شه و میر بیزار شد
بشد دورِ سر مایه داری بشد
بشد حقه باز شکاری بشد
گراں خواب چینی بیامد بهوش
تو گوئی هماله بیامد به جوش
~~~~~~~~~~~~~~~~

اسی طرح اسلم انصاری نے جاوید نامہ کے بعض حصوں کا سرائیکی میں نثری ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ جہاں اُن کی دونوں زبانوں پر دسترس کا ثبوت ہے، وہیں مادری زبان اور اپنی تہذیب و ثقافت کے ساتھ محبت کا غماض ہے۔ ڈاکٹر اسلم انصاری نے حال ہی میں غلام عباس کے افسانے "کن رس" کا سرائیکی میں ترجمہ کیا اور پیلوں کے شمارہ نمبر ۱۶ میں شائع ہوا۔

۲۰۰۲ء میں سرائیکی ادبی بورڈ ملتان کے تعاون سے "خواجہ فرید کی سرائیکی شاعری کا اُردو روپ" کے عنوان سے ظہور احمد دھریجہ کی مُرتبہ کتاب شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مختلف مترجمین کی طرف سے خواجہ فرید کی سرائیکی کافیوں کا منظوم اُردو ترجمہ شامل ہے۔ ان مترجمین میں اسلم انصاری کے علاوہ کشفی ملتانی، ظہور نظر، شہاب دہلوی، احمد فراز، ارشد ملتانی، جلیل حسن، تابش الوری، ریاض انور، ارشاد احمد ارشد، صادق مصور، حشمت فضلی، رشید لاشاری، نورالزماں اوج، بشیر بیتاب، حسین سحر، اقبال ارشد، اقبال شاہد، نفیس چغتائی اور محمد کریم تونسوی شامل ہیں۔ اس کتاب میں تین کافیاں ایسی ہیں، کہ جن کے مترجمین میں اسلم انصاری بھی شامل ہیں۔ چونکہ یہ کافیاں سرائیکی سے اُردو میں منتقل ہوئی ہیں۔ ان کافیوں کے ترجمے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلم انصاری اپنی مادری زبان اور قومی زبان میں کس قدر مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ ذیل میں تینوں کافیوں کے اصل متون، ترجمے کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ وچ روہی دے راہندیاں۔ کافی نمبر ۱۳۶

اصل متن:

وچ روہی دے رہندیاں — ناز نازو جٹیاں!
راتیں کرن شکار دلیں دے — ڈینہاں لوڑن مٹیاں
گجھڑے تیر چلاون کاری — سے سے دلڑیاں پھٹیاں
کر کر دردمنداں کوں زخمی — ہے ہے بدھن نہ پٹیاں
چھیڑن بھیڈاں بکریاں گائیں — لیلی گابے کٹیاں
کئی مسکین مسافر پھاتے — چوڑ کیتونے ترٹیاں
دھوئیں دار فقیر تھیوسے — فخر وڈائیاں سٹیاں
ہیوں دلبر دے کترے وردے — برہوں پیاں گل کٹیاں
مونجھ فرید مزید ہمیشہ — اج کلھ خوشیاں گھٹیاں(۶)

ترجمہ:

دشتِ روہی کی زینت ہیں وہ نازنیں — جن کی صورت کا دنیا میں کوئی نہیں
ایسی نازک بدن، ایسی آئینہ تن — کام جُو، تُند خُو، مہ وش و مہ جبیں
شب کو تیر نظر سے ہے صید افگنی — دن کو آنگن پہ چادر حیا کی تنی
صبح دم اپنی لسی بلوتی ملیں — سادگی میں بھی پُر کار و سحر آفریں
گہری رمزیں ہیں اُن کی، کنائے کئی — اک تبسم میں خرمن جلائے کئی
بان چھپ چھپ کے سب کے چلائے کئی — کتنے مجروح ہیں، کتنے دل ہیں حزیں
ہر نظر میں ہے سامانِ زخمِ جگر — ان کا تیر نظر الحذر، الحذر
زخم دے کے نہ مرہم نہ لطفِ نظر — کیا جفا ہے جو ان کی چلن میں نہیں

نقدو ایمان و دل ان پہ وارے گئے | کیا مسافر تھے جو جان ہارے گئے
ان کی راہوں میں بے موت مارے گئے | تیر ان کی کمانوں کے ہیں دلنشیں
جس سے مدھ مست نین اُن کے جادو ہوئے | ہم پریشاں نظر تھے، سو یک سو ہوئے
ترکِ دنیا کیا، اور سادھو ہوئے | خاک پر کھ دیے ہم نے تاج و نگیں
ہم بھی ہیں خاک اُس کوئے گلبار کی | طوق گردن نشانی ہے دلدار کی
ہجر و تقدیر نے سعی بسیار کی | خاک آلود ہیں دامن و آستیں
چشمِ پُر نم سے جھلکی ہوئی موجِ خوں | کہہ رہی ہے کہ رنج و الم ہے فزوں
حرفِ غم مہر لب ہو گیا کیا کہوں | ایک گہری اداسی ہے دل کے قریں(۷)

اس کافی کا موضوع خواجہ فرید کا من پسند لینڈ اسکیپ روہی، اس کے خوب صورت مناظرِ فطرت اور اس روہی میں رہنے والی حسین دوشیزائیں ہیں۔ درحقیقت اس کافی میں عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی تک کا سفر ہے۔ اسلم انصاری نے اصل متن یعنی کافی کے خیال اور مفہوم کا ترجمہ مشکل اُردو فارسی الفاظ و تراکیب میں کیا ہے۔ جس سے اصل متن کے داخلی آہنگ کے ساتھ ساتھ، لفظیات سے پیوستہ تہذیبی ثقافتی حسن متاثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مترجم نے اصل متن کی ہیئت میں بھی تبدیلی کی ہے اور قدرے مشکل قافیے "مہ جبیں، سحر آفریں، حزیں، دلنشیں، تاج و نگیں، آستیں، قریں" وغیرہ استعمال کیے ہیں۔ اگرچہ مترجم کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اصل متن کا ترجمہ کرتے ہوئے چاہے تو ہیئت(Form) میں تبدیلی کر سکتا ہے لیکن کامیاب ترجمہ وہی کہلاتا ہے جس میں مترجم اصل متن کے داخلی آہنگ اور موزونیتِ الفاظ کا بطورِ خاص خیال رکھے۔ اسلم انصاری کا ترجمہ مشکل اسلوب پسندی کا عکس ہے۔

۲۔ رتھ دھیمے دھیمے ٹور۔ کافی نمبر ۴۷

اصل متن:

میڈا دستہ نرم کرور دا | متاں ونگیں گم ٹکور
رتھ تے بہندی ڈرگ نہ سہندی | ہم طبع کمزور
روز ازل دی پاتم گل وچ | برہوں تیڈے دی ڈور
شالا مولھ سلامت نیواں | راہ وچ لڑ دن چور
جیکر رتھ بیٹھیں تھک پوساں | گھوڑا گھنساں بور
سوکھا تیز لغام دا کُولا | نہ اوکھا سر زور
رانجھن تے میں جوڑ کوں جوڑوں | جوڑ جڑیندا جوڑ
سک تے طلب ملن دی سینے | روز نواں ہم شور
پندھ اڑانگے دلڑی تانگے | جلد پچاویں توڑ
میں تے یار فرید منیسوں | رل مل شہر بھنبھور (۸)

ترجمہ:

آہستہ آہستہ چل رَتھ بان | بہت آہستہ
کانچ کی چوڑیاں ٹوٹ نہ جائیں | نرم ہے میرا دستہ

یہ ہچکولے سہہ نہ سکوں میں   دل کمزور ہے میرا
روزِ ازل سے تیرے ہجر کا   طوق گلے میں ڈالا
لے جاؤں سامان سلامت   ہے چوروں کا رستہ
رتھ پر گر تھک جاؤں گی میں   منگوا لوں گی گھوڑا
تیز، سبک رو اور سجیلا   نہ سرکش نہ ہٹیلا
رانجھن اور میں خوب بنایا   ہے تقدیر نے جوڑا
دل میں ملنے کی حسرت ہے   روز اک حشر ہے برپا
راہ دشوار ہے، میں منزل پر   پہنچوں جلد خدایا
پھر بھنبھور میں رس بس جائیں   میں اور دوست پیارا
آہستہ آہستہ چل رَتھ بان   بہت آہستہ (۹)

مترجم نے موزونیتِ آہنگ اور موزونیتِ الفاظ کی حکمتِ عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے کامیاب ترجمہ کیا ہے لیکن اصل متن یعنی قافیے تبدیل ہونے کی وجہ سے قافیوں سے جڑا ہوا صوتی حسن و آہنگ متاثر ہوا ہے۔

۳۔ جگ وہم خیال تے خوابے۔ کافی نمبر ۱۹۹

کافی

جگ وہم خیال تے خوابے   سب صورت نقش بر آبے
جے بچھڑیں حال حقیقت   سن سمجھ اتے رکھ عبرت
جیوں بحر محیط ہے وحدت   کل کثرت شکل حبابے
نہیں اصلوں اصل دوئی دا   خود جان ہے نسل دوئی دا
گیا پھوکا نکل دوئی دا   دل اوہی آب دا آبے
نہ کافی جان کفایہ   نہ ہادی سمجھ ہدایہ
کر پرزے جلد وقایہ   ایہا دل قرآن کتابے
ہے پرم گیان دی دلڑی   ہے بید پران دی دلڑی
ہے جان جہان دی دلڑی   دل بطن بطون دا بابے
دل لب ہے کون مکان دا   دل غایت اصل جہاں دا
دل مرکز زمیں زماں دا   بیا کوڑ پلال حجابے
وچ صورت دے نا صوتی   وچ معنے دے ملکوتی
جبروت اتے لا ہوتی   دل اندر سب اسبابے
رکھ انتر دھیان فریدی   سٹ سکھنیں پیر مریدی
ہے دوری سخت بعیدی   جی سکھڑیں کان عذابے (۱۰)

ترجمہ:

جگ وہم خیال تے خوابے

جگ وہم، خیال اور خواب ہے   ہر صورت نقش بر آب ہے

گر پوچھو اصل حقیقت تو سنو یہ برائے عبرت
اک بحر محیط ہے وحدت اور کثرت مثل حباب ہے
نہیں شائبہ تک دوئی کا رکھ دل میں نہ شک دوئی کا
پھوٹا جو حباب دوئی کا وہ موجیں ہیں وہی آب ہے
نہیں کافی تجھ کو "کفایہ" نہیں ہادی تیرا "ھدایہ"
بے شک تو پھاڑ "وقایہ" یہی دل قرآن کتاب ہے
یہی دل ہی اپرم گیان ہے یہی دل ہی بید پران ہے
یہی دل ہے جانِ جہان ہے یہی بطن بطون کا باب ہے
دل حاصل کون و مکاں ہے دل غایت اصل جہاں ہے
یہی مرکز ارض و زماں ہے جز اس کے سارا حجاب ہے
ہے صورت میں نا سوتی در اصل یہ ہے ملکوتی
جبروتی اور لاہوتی دل ہی میں سب اسباب ہے
رکھ اندر دھیان فریدی کیا چیز ہے پیری مریدی
ہے دوری سخت بعیدی یہی جی ہے وجہ عذاب ہے (۱۱)

اس کافی کے ترجمے کو ہم حرف بہ حرف (Literal) ترجمہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں مترجم اصل متن کے قریب رہ کر متن کے بنیادی خیال و مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ لفظیات، داخلی آہنگ اور ہیئت کو برقرار رکھ کر کیے گئے اس ترجمے میں اصل کافی کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور یہی ایک کامیاب ترجمے کی نشانی ہے۔

مجموعی طور پر اسلم انصاری کی ترجمہ نگاری کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ترجمہ نگاری کی جہت میں اسلم انصاری کی مزید بہت ساری جہات ہیں۔ کسی بھی شاعر یا مصنف کے خیالات کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا ہو تو مترجم کی دونوں زبانوں پر یکساں دسترس کا ہونا ضروری ہے۔ ڈاکٹر اسلم انصاری کی جس قدر دسترس مادری زبان (سرائیکی) اور قومی زبان پر ہے، اسی قدر وہ فارسی اور انگریزی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی سرائیکی کو انگریزی میں منتقل کرتے ہیں، تو کبھی فارسی کو انگریزی میں۔ کبھی اردو کو انگریزی میں منتقل کرتے ہیں تو کبھی فارسی کو سرائیکی میں۔ اب تک اُن کے جتنے بھی تراجم سامنے آئے ہیں وہ شاعری کو دوسری زبان میں منتقل کرنے سے متعلق ہیں۔ اُن کے تراجم کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ قاری کی تمام مشکلات کو آسان کر کے اُس کے ذوقِ مطالعہ کو مہمیز لگاتے ہیں۔ ترجمہ کرتے ہوئے وہ کمی یا زیادتی کا شکار نہیں ہوتے اور نہ ہی مصرعوں کو بدلنے یا تفصیلات سے پہلو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھوں نے عالمانہ سنجیدگی کے ساتھ ایک زبان کی گہری لسانی نکتہ آفرینیوں کو دوسری زبان کی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسی ترجمہ نگاری کے سبب اسلم انصاری کو سرائیکی کے سب سے بڑے شاعر خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری کی فکری اور فنی اساس کی تفہیم میں ایک سند کا درجہ حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) خواجہ طاہر محمود کوریجہ (مرتب)، دیوانِ فریدؒ ترجمہ تحقیق تصحیح: بمطابق قلمی نسخہ ہائے قدیم ،(لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، جون۲۰۰۸ء)،۵۵۹۔

(۲) Jeelani Kamran, Aslam Ansari, Kafees (Khwaja Ghulam Farid), (Multan: Bazm-e-Saqafat, June 1969), 91.

(۳) ڈاکٹر اسلم انصاری، نگارِ خاطر، (لاہور: ناشرانِ خاوران، ۲۰۰۵ء)، ۱۷۔

(۴) ایضاً، ۱۸۔

(۵) ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر اسلم انصاری۔شخصیت اور فن، (ملتان: کتاب نگر، نومبر ۲۰۱۹ء)، ۶۲-۶۳۔

(۶) خواجہ طاہر محمود کوریجہ (مرتب)، دیوانِ فریدؒ ترجمہ تحقیق تصحیح: بمطابق قلمی نسخہ ہائے قدیم، ۴۹۰، ۴۹۱۔

(۷) ڈاکٹر اسلم انصاری، مترجم، مشمولہ خواجہ فرید کی سرائیکی شاعری کا اُردو روپ، مرتب: ظہور احمد دھریجہ، (ملتان: سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۲ء)، ۱۲۰-۱۲۱۔

(۸) خواجہ طاہر محمود کوریجہ (مرتب)، دیوانِ فریدؒ ترجمہ تحقیق تصحیح: بمطابق قلمی نسخہ ہائے قدیم، ۲۷۱۔

(۹) ڈاکٹر اسلم انصاری، مترجم، مشمولہ خواجہ فرید کی سرائیکی شاعری کا اُردو روپ، ۱۲۴۔

(۱۰) خواجہ طاہر محمود کوریجہ (مرتب)، دیوانِ فریدؒ ترجمہ تحقیق تصحیح: بمطابق قلمی نسخہ ہائے قدیم، ۴۶۷۔

(۱۱) ڈاکٹر اسلم انصاری، مترجم، مشمولہ خواجہ فرید کی سرائیکی شاعری کا اُردو روپ، ۱۲۶۔

BIBLIOGRAPHY

- Anwar Ahmed, Dr, *Aslam Ansārī: Shakhsiat aur Fun*, (Multan: Kitab Nagar, 2019).
- Aslam Ansari, Dr, *Nigār-e Khatir,* (Lahore: Naashran-e-Khawar, 2013).
- Jeelani Kamran, Aslam Ansari, *Kafīs (Khwaja Ghulam Farid),* (Multan: Bazm-e-Saqafat, 1961).
- Tahir Mehmood Koreja, Khawaja (Comp.) *Dīvāan-e Farīd Tarjama Tehqīq-o Tashīh: Bamutābiq Qalmī Nushkha Haey Qadīm,* (Lahore: Alfaisal Naashran o Taajran-i-Kutab, 2008).
- Zahoor Ahmed Dhareeja, (Comp.) *Khavaja Farīd kī Saraiki Shairi kā Urdū Rūp,* (Multan: Saraiki Adabi Board, 2002).

❖❖❖